R.No. 2186/57 Regd. No. L922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلیفون - ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ دس نئے پیسے

تاریخ اشاعت
۲۲-۱۵-۸-۱

جلد ۲۳ - شمارہ ۳۰ | ایڈیٹر - آل احمد سرور | ۱۵ اگست ۱۹۶۴ء

اداریہ

یوم آزادی اور ہم

ہماری آزادی کو آج سترہ سال ہو گئے۔ آج کا دن ایک طرف خوشی کا دن ہے، دوسری طرف یہ ہمارے لیے غور و فکر کا مواد فراہم کرتا ہے۔ اس موقع پر ہمیں پھر اپنے سے عہد کرنا ہے کہ ہم اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے ہر وقت چوکس رہیں اور اس آزادی کو تمام ہندوستانیوں کے لیے معنی خیز، حقیقی اور جاندار بنائیں۔

پچھلے سال اس موقع پر ہمارے محبوب رہنما پنڈت جواہر لال نہرو نے لال قلعے کی فصیل سے قوم کو مخاطب کیا تھا۔ انھوں نے گاندھی جی کی قیادت میں ہمیں غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرایا تھا اور جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کی منزل کی طرف چلنا سکھایا تھا۔ جواہر لال نہرو آزاد ہند کے معمار اعظم تھے۔ قدرتی طور پر ہمارا ذہن ان کی طرف جاتا ہے۔ انھوں نے ہمیں جو راستہ دکھایا، اس پر ہمیں برابر چلنا ہے۔ ہم ان کے تصور، ان کی تعلیم اور ان کے طریقۂ کار کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کی محنت، ان کے خلوص، ان کی وسعت نظر، ان کی پاکیزگی نفس اور ان کے ہندوستان سے بے پناہ عشق کی مثال ہر وقت سامنے رکھنی ہے۔ آج ان کے جانشین لال بہادر شاستری انھیں اصولوں پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کے ہاتھ مضبوط کرنے ہیں۔ ان کے کہنے پر عمل کرنا ہے۔

مگر سب سے زیادہ ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈالنا ہے اور دیکھنا ہے کہ کیا ہم اس اہم ذمہ داری کے بوجھ کو جو آزادی نے ہم پر رکھا ہے۔ پوری طرح ادا کر رہے ہیں۔ اگر ایمان سے دیکھا جائے تو ایسا نہیں ہے۔ قوموں کی راہ میں مشکلیں تو آتی ہیں۔ بقول اقبال

زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادر ایام ہیں

مگر ان کی وجہ سے ہمیں پریشان نہ ہونا چاہیے۔ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہمیں دنیا کی محفل میں جو اونچی کرسی ملی تھی وہ جواہر لال نہرو کی بلند و بالا شخصیت کی وجہ سے تھی، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ باوجود شاندار تاریخ، شاندار روایات اور شاندار آبادی کے، دنیا کی کئی ترقی یافتہ قوموں کے مقابلے میں ہم پیچھے ہیں۔ ہمیں اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے پوری غذا فراہم کرنا مشکل ہو رہا ہے اور دوسروں کے سامنے امداد کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، ہمارے یہاں گرانی سر اٹھا رہی ہے، سرکاری ملازموں میں اور سیاسی حلقوں میں دیانت داری اور کردار کی صلابت کم ہو رہی ہے، نفع خوروں نے اپنا گھر بھر رکھا ہے، عوام کا معیار زندگی خاطر خواہ نہیں بڑھا، اقلیتوں کے حقوق پر پوری توجہ نہیں کی گئی، سب قومی زبانوں کو ان کا حق نہیں ملا، ہم فرقہ وارانہ فسادات کے خونیں ورق کو الٹ نہیں سکے۔ ہمسایہ ملکوں

اس شمارے میں

نے ہمیں پریشان دیکھ کر اپنے ٹسیدھے مطالبے شروع کر دیے ہیں۔ چین ہماری سرحد کے کچھ حصے پر ابھی تک قابض ہے۔ پاکستان دوستی کی بات کرتا ہے اور جنگ بندی کے خط پر چھیڑ چھاڑ اور مداخلت کرتا رہتا ہے۔ ہم نے اپنے تیسرے پنج سالہ منصوبے کے لیے جو پروگرام بنایا تھا اس پر پورا عمل نہیں ہو سکا ہے، مگر ہمیں چوتھے منصوبے کی تیاری کرنی ہے اور اس کمی کو نہ صرف دور کرنا ہے بلکہ آگے بھی بڑھنا ہے۔ اس لیے یہ موقع پریشان ہونے اور ایک دوسرے کو الزام دینے کا نہیں، بلکہ سوچنے اور اپنے طور پر ملک و قوم کی خدمت میں لگ جانے کا ہے۔ دوسری قوموں پر اس سے زیادہ مشکل وقت آیا ہے اور انھوں نے اس کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ دنیا میں آج بھی ہمارے دوست ہیں، جو ہمارے نصب العین سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ ہمیں اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنے کاموں میں لگے رہنا چاہیے۔ ہمیں ان تمام تحریکوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے جو فرقہ واریت یا علاقائی پاسداری یا لسانی جارحیت کو ہوا دیں اور ان تمام عناصر کی مدد کرنی چاہیے جو قومی یک جہتی کو فروغ دیں اور جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کی منزل کی طرف لے جائیں۔ آج کا دن تجدید محبت کا دن ہے۔ آج ہمیں اپنے سے عہد کرنا ہے کہ ہم اپنے کو ملک و قوم کی خدمت کے لیے پھر سے وقف کریں گے۔

کل ہند اردو کانفرنس

۱۹۶۴ء

(۱) ۲، ۳، ۴-۱ اکتوبر کو جے پور میں منعقد ہو رہی ہے۔

(۲) جناب آنند نرائن ملا صاحب صدارت فرمائیں گے۔

(۳) ریلوے کنسیشن کی منظوری مل چکی ہے۔ ایک طرفہ کرائے میں آمد و رفت ہو سکے گی۔

(۴) جن شاخوں کے نمائندوں کے نام اور فیس ڈیلی گیٹ ۳۱ راگست ۱۹۶۴ء تک پہنچ جائیں گے انھیں ستمبر کے پہلے ہفتے میں ریلوے کنسیشن فارم اور تعارفی کارڈ وغیرہ بھیج دیا جائے گا۔

(۵) مدعو حضرات مجلس استقبالیہ کے مہمان ہوں گے۔

(۶) کھلے اجلاس اور مشاعروں میں شرکت کی عام اجازت ہوگی۔

اقلیتی لسانی اسسٹنٹ کمشنر سے گورکھپور کی ادبی انجمنوں کے نمائندہ وفد کی ملاقات

اقلیتی زبان کے اسسٹنٹ کمشنر شری ڈی این باجپئی نے یہاں محکمۂ نہر کے ڈاک بنگلہ میں انجمن ترقی اردو شاخ گورکھپور، انجمن معراج ادب کے نمائندہ وفد سے جس کی قیادت حکیم ابوالکلام صدیقی اور مولوی عبدالحنان نے کی گورکھپور میں سہ لسانی فارمولا کے تحت پرائمری اسکولوں اور ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو زبان کی تعلیم کے مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی۔ جناب بدیع الزماں اعظمی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو گورکھپور اور مولوی عبدالحنان صاحب نے انجمن معراج ادب کی جانب سے کمشنر موصوف کو ضلع اور شہر کے پرائمری اور ہائر سکنڈری اسکولوں کی جن میں طلبہ کی خاطر خواہ تعداد اور ان کے سرپرستوں کی درخواستوں کے باوجود اب تک اردو زبان کی تعلیم دینے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے ایک طویل فہرست پیش کرتے ہوئے بتایا کہ پرائمری اسکول این ای ریلوے، پرائمری اسکول محلہ میواتی پور، پرائمری اسکول محلہ بھوا شہید اور بیسک پرائمری اسکول محلہ بہادر پور میں طلبہ نے اردو زبان پڑھنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کے سرپرستوں نے درخواستیں بھی دیں۔ لیکن اردو زبان کی تعلیم دینے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جے پوریا انٹر کالج آنند نگر گورکھپور میں درجہ ششم کے بیس طلبہ نے اردو پڑھنا چاہا لیکن انھیں اردو پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی حالاں کہ اس کالج میں عبدالوحید نامی ایک اردو ٹیچر بھی موجود ہیں جن سے دوسرے مضامین پڑھوائے جاتے ہیں گورنمنٹ جبلی انٹر کالج گورکھپور میں گذشتہ سال پانچ طلبہ نے اردو پڑھنے کے لیے درخواست دی لیکن ان کے سرپرستوں کو انسپکٹر آف اسکولس کے ایک خط کے ذریعہ مطلع کیا گیا کہ کالج میں اردو زبان کی تعلیم دینے کا انتظام نہیں ہو سکتا اس لیے اگر وہ اردو پڑھنا چاہتے ہیں تو انھیں اپنے بچوں کو دوسرے اسکولوں میں جہاں اردو کی تعلیم دی جاتی ہے منتقل کرا لینا چاہیے۔

نوتنواں بازار انٹر کالج میں طلبہ کو اردو کی تعلیم سے محروم کر دیا گیا ہے۔ بعض اسکولوں میں یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ جو طلبہ تیسری زبان کی حیثیت سے سنسکرت پڑھنا منظور کریں گے انھیں کا داخلہ ہوگا۔ طلبہ کو فارم داخلہ کے علاوہ شرائط داخلہ علیحدہ سے دیا جاتا ہے۔

کمشنر موصوف نے بڑی توجہ کے ساتھ شکایات کو سنا اور انھیں قلم بند کیا۔ نامہ نگار "قومی آواز" کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے شری باجپئی نے اس بات کا انکشاف کیا کہ حکومت نے ہر ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اس ضلع میں اقلیتی زبان کا آفیسر مقرر کیا ہے۔

(سیاست جدید کانپور)

مناظر عاشق ہرگانوی

تانتیا ٹوپے

مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۶۳ء کے "ہماری زبان" میں خاور جلپوری صاحب کا مضمون "تانتیا ٹوپے" شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے تانتیا ٹوپے کا نام رام چندر پانڈو رنگ بتایا ہے، جو کہ غلط ہے اسی طرح تاریخ اور واقعہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے جسے میں مختصراً بیان کیے دیتا ہوں۔

تانتیا ٹوپے کا نام رگھوناتھ تھا جو ۱۸۱۴ء میں احمد نگر کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ کا نام پانڈورنگ جیٹ تھا جو مرہٹہ برہمن تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جبکہ رگھوناتھ کی عمر ۴۳ سال تھی۔ ۱۶ر جولائی کو انقلابی فوجیں کانپور میں پسپا ہوئیں اور نانا صاحب نے بٹھور میں پناہ لی، تو رگھوناتھ نانا صاحب کے فوجی سپہ سالار اور تانتیا ٹوپے کی حیثیت سے نمایاں ہوئے اور نانا صاحب کے خاندان اور خزانہ کو ساتھ لیکر کشتیوں میں فتح پور پہنچے۔ تانتیا نے اس شکست کا بدلہ لینے میں اپنے آپ کو نمایاں طور پر پیش کیا چنانچہ شیلو راج پور پہنچے جہاں ۴۲ ویں رجمنٹ مقیم تھی اور ۴۲ رجمنٹ تانتیا کی باتوں میں آکر اس کے ساتھ ہوگئی۔ اس وقت جنرل ہیولاک کانپور سے گنگا پار کر کے لکھنؤ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ تانتیا نے عقب سے انگریزی فوجوں پر حملہ کیا لیکن توپوں کی کمی اور غداروں کی غداری کی وجہ سے تانتیا پسپا ہو کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گنگا پار کر کے کھجوا پہنچے اور نئے منصوبے بنا کر گوالیار روانہ ہوئے۔ یہاں سندھیا کی حکومت تھی جو انگریزوں کے ساتھ تھی، لیکن تانتیا کے اشارے پر سندھیا کی فوج ان کے ساتھ ہوگئی اور تانتیا ۹ر نومبر ۱۸۵۷ء کو کالپی کے لئے روانہ ہوئے جہاں انھوں نے نئی نئی اسکیمیں بنائیں۔ اس وقت کانپور میں ونڈھم انگریزی فوج کا کمانڈر تھا اور کالن کیمبل لکھنؤ جا چکا تھا۔ تانتیا نے فوراً موقع سے فائدہ اٹھایا اور ونڈھم پر حملہ کردیا یہاں ونڈھم کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ نکلا۔ انگریزوں کے بہترین افسر ولسن، بیکری، کارنی، اسٹرلنگ اور گیٹس وغیرہ اس گھمسان کے رن میں مارے گئے اور اس طرح پورے کانپور پر تانتیا کا قبضہ ہوگیا۔

اس شکست فاش کی خبر جب کالن کیمبل کو پہنچی تو وہ کانپور پر پوری قوت سے حملہ کرنے کو تیار ہوگیا اور گنگا پار کر کے کانپور پہنچ گیا کیونکہ اجودھیا کے قریب پل کو تانتیا نے تباہ کردیا تھا۔ یکم دسمبر کو انقلابی فوجوں اور کالن کیمبل کی فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ کھلے میدان میں گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت سکھوں کی فوج نے ڈبل مارچ کر کے انقلابیوں پر حملہ کیا۔ ان کے پیچھے گورہ فوج تھی۔ اس حملہ نے گوالیار کی فوج کے پیر اکھاڑ دیے اور انگریزی فوج نے تانتیا کی توپوں پر قبضہ کرلیا۔ کالن کیمبل نے بٹھور جانے کا راستہ روک دینے کے لئے کالپی کی سڑک بند کردی اور تانتیا کو گھیر کر گرفتار کرنا چاہا لیکن انقلابی فوجیں انگریزی فوجوں کا حلقہ توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہوگئیں اور شیوراج کے قریب ہوپ گرانٹ سے مقابلہ کر کے تانتیا فرنگی حلقہ سے نکل گئے۔

۲۵ر مارچ ۱۸۵۸ء کو انگریزی فوج نے جھانسی پر حملہ کیا لکشمی بائی نے تانتیا سے مدد طلب کی جو راجہ چرکھاری کو شکست دے کر ۲۱ توپیں حاصل کر کے کالپی اور وہاں سے جھانسی پہنچے لیکن یہاں سے شکست کھا کر گوپالپور اور وہاں سے ۲۸ر مئی ۱۸۵۸ء کو گوالیار پہنچے جہاں سندھیا کے آنے پر لکشمی بائی نے حملہ کر کے اسے شکست دی اور اس نے آگرہ جا کر پناہ لی۔ ۲۰ر جون کو انگریزی فوج نے انقلابی فوج پر غفلت میں حملہ کیا جس میں رانی لکشمی بائی شہید ہوئیں۔ لیکن تانتیا بچ کر نکل گئے۔ اور پھر تو راجے پور اور ٹونک پر حملہ کرتے، بوندی کی طرف ہوتے ہوئے، بھیل واڑہ میں سستانے کے لئے ٹھہرتے ہوئے، چمبل ندی کو پار کر کے جھالرا پٹن میں وہاں کے راجہ سے مقابلہ کر کے مالوا ہوتے ہوئے راج گڑھ پہنچے وہاں سے دریائے بیتوا پار کر کے سرونج اور عیسیٰ گڑھ ہوتے ہوئے نربدا کو عبور کیا اور دکن پہنچ گئے۔ اس عرصے میں انگریزی سپہ سالار مچل، لڈل، میڈل، پارک اور رابرٹس مختلف سمتوں سے انھیں گھیرنے کی کوشش کرتے رہے تھے، دکن میں انگریز فوجوں نے لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے تھے، یہاں بھی تانتیا کو بیٹھنا نصیب نہ ہوا اور وہ نربدا پار کر کے بڑودہ چلے گئے۔ بڑودا سے اندپور ہوتے ہوئے اور انگریزی فوجوں سے بچتے بچاتے پرتاب گڑھ پہنچے، یہاں میجر راک کی فوجوں نے روکا۔ لیکن ۲۵ر دسمبر ۱۸۵۸ء کو وہ بانسواڑہ میں تھے اور پھر یہاں سے اور پہنچے ۱۲ر جنوری ۱۸۵۹ء کو انگریز فوجیں یلغار کرتی ہوئی قریب آگئیں لیکن تانتیا یہاں سے بچ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ جہاں ان کی ملاقات مہاراجہ سندھیا کے ایک زمیندار مان سنگھ سے ہوئی۔ مان سنگھ نے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور تانتیا نے اپنے آپ کو مان سنگھ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا کیونکہ اب وہ سستانا چاہتے تھے۔ لیکن مان سنگھ نے انگریزوں سے مل کر ۷ر اپریل ۱۸۵۹ء کو آدھی رات کے وقت جبکہ تانتیا نیند سے بے خبر تھے، انھیں گرفتار کرادیا۔ اور بالآخر ۱۸ر اپریل ۱۸۵۹ء کو چار بجے انھیں پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا گیا۔

از بشیر الحق دسنوی

اصلاح منظومات مندرجہ نوادر اقبال

علامہ اقبالؒ کی مندرجہ ذیل نظموں کے بعض اشعار "نوادر اقبال" مرتبہ مولوی عبد الغفار شکیل صاحب میں غلط چھپے ہیں۔ ناظرین نوادر اقبال درست فرمالیں۔

فریاد امت (ص ۸۴)

یہ چوتھی نظم ہے جو اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے اٹھارویں سالانہ اجلاس میں یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو ظہر و عصر کے درمیان پڑھی تھی۔ اس کا عنوان تھا "ابر گہر بار" یعنی لغت عاشقانہ بجناب سرور کائنات و فریاد امت بر آستانۂ آں ذات با برکات۔ خان بہادر غلام احمد خاں مشیر مال ریاست جموں و کشمیر جلسے کے صدر تھے اس نظم کو علامہ نے "بانگ درا" میں درج نہیں فرمایا ہے۔

مندرجہ نوادر اقبال	مندرجہ سرود رفتہ کلیات اقبال
	بند نمبر ۴
طور پر تو نے جو اے دیدۂ موسیٰ دیکھا	طور پر تو نے جو اے حضرت موسیٰ دیکھا
وہی کچھ قیس نے دیکھا پس محمل ہو کر	. . . .
وہ مسافر ہوں ملے جب پتہ منزل کا	وہ مسافر ہوں ملے جب نہ پتہ منزل کا
وہ بھی مٹ جاؤں نشان رہ منزل ہو کر	خود بھی مٹ جاؤں نشان سر منزل ہو کر
	بند نمبر ۵
دل جو برباد ہوا تھا وہی آباد ہوا	دل جو برباد محبت ہوا آباد ہوا
ساز تعمیر تھا اس قصر کو ویراں ہونا	. . . .
قاب قوسین بھی دعویٰ بھی عبودیت کا	قاب قوسین بھی دعویٰ ہے عبودیت کا
بھی چلمن کو اٹھانا کبھی پنہاں ہونا	. . . .
	بند نمبر ۷
حسن تیرا مری آنکھوں میں سمایا جب سے	حسن کس کا مری آنکھوں میں سمایا جب سے
خیرگی ہے شعاع مہ و انجم مجھ کو	. . . .
	بند نمبر ۱۱
اس مصیبت میں ہے اک تو ہی سہارا اپنا	. . . .
تنگ ہو کر لب فریاد ہوا وا اپنا	تنگ آ کر لب فریاد ہوا وا اپنا

نالۂ یتیم (ص ۱۰۶)

یہ پہلی نظم ہے جو علامہ اقبالؒ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پندرھویں سالانہ اجلاس (منعقدہ ۲۳-۲۴-۲۵ر فروری ۱۹۰۰ء) میں پڑھی تھی۔ یہ نظم ۲۴ر فروری کے تیسرے اجلاس میں بعد نماز عصر پڑھی گئی تھی۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد خاں اس اجلاس کے صدر تھے۔

مندرجہ نوادر اقبال	مندرجہ سرود رفتہ کلیات اقبال
	بند نمبر ۱
آہ کیا کہئے کہ اب پہلو میں اپنا دل نہیں	آہ کیا کہئے کہ اب پہلو میں اپنا دل نہیں
بجھ گئی جب شمع روشن تو محفل نہیں	. . . .
	بند نمبر ۲
کیوں نہ وہ نغمہ سرا رشک صد فریاد ہو	کیوں نہ وہ نغمہ سرائی رشک صد فریاد ہو
جو سرود خندلیب گلشن برباد ہو	. . . .
	بند نمبر ۳
مضطرب ہے یوں دل نالاں یتیماں کیلئے	مضطرب ہے اب دل نالاں یتیماں کیلئے
جس طرح بلبل تڑپتا ہے گلستاں کے لئے	. . . .
	بند نمبر ۱۱
کوہ و دریا ہے ہے قائم شان سلطانی تری	. . . .
اور شعاع مہر سے ہے خندہ پیشانی تری	اور شعاع مہر سے خندہ ہے پیشانی تری
	بند نمبر ۱۳
اے فراق رفتگاں یہ تو نے کیا دکھلا دیا	اے فراق رفتگاں تو نے یہ کیا سمجھا دیا
درد پنہاں کی خلش کو اور بھی چمکا دیا	. . . .
	بند نمبر ۱۴
آمد بوئے نسیم گلشن رشک ارم	. . . .
ہو نہ مرہون شجاعت جس کی آواز قدم	ہو نہ مرہون سماعت جس کی آواز قدم
رنگ کچھ شہر خموشاں میں جما سکتی نہیں	رنگ کچھ شہر خموشاں میں جما سکتے نہیں
خفتگان کنج مرقد کو جگا سکتی نہیں	خفتگان کنج مرقد کو جگا سکتے نہیں

انجمن جودھپور کی مجلس انتظامیہ کا انتخاب

۳۰ر جولائی ۱۹۵۸ء کو انجمن ترقی اردو جودھپور شاخ کا عام جلسہ مجلس انتظامیہ کے اراکین کے چناؤ کے لئے ہوا۔ حسب ذیل اشخاص بالاتفاق رائے چنے گئے:-

۱۔ عالیجناب ساہ گوردھن لعل جی صاحب کالرا — صدر
۲۔ جناب پنڈت ... ناتھ جی صاحب کنزرو — نائب صدر
۳۔ جناب وحید اللہ خاں صاحب — سکریٹری
۴۔ جناب عبد القیوم خاں — نائب سکریٹری
۵۔ " بیتودان جی صاحب ممبر۔ ۶۔ جناب محمد یوسف صاحب — ممبر
۷۔ " الحاج محمد بخش صاحب " ۸۔ " الحاج سید امداد علی صاحب — "
۹۔ " الحاج عبد الوہاب صاحب " ۱۰۔ " ... خاں صاحب — "
۱۱۔ " شام لال جی صاحب " ۱۲۔ " محمد افتخار علی صاحب شمیم — "
۱۳۔ " وکیل ظفر حسین صاحب " ۱۴۔ " پروفیسر پی۔ این سریواستو — "
۱۵۔ " محمد حسین صاحب فاروقی " ۱۶۔ " خان مرزا صاحب — "
۱۷۔ " محمد ابراہیم صاحب جاگیردار " ۱۸۔ " محمد انعام صاحب — "
۱۹۔ " محمد حسین صاحب " ۲۰۔ " محمد شفیع صاحب — "
۲۱۔ " عبد العزیز صاحب " ۲۲۔ " محمد امین صاحب — "

وحید اللہ خاں
سکریٹری

خلیل تنویر

یوم آزادی

(۱۵ر اگست)

دوستو! جشن مناؤ کہ بہار آئی ہے
شب کی دیوی بھی ستاروں سے سجی آئی ہے
ایک سیلاب اجالے کا امڈ آیا ہے
ہر نظر فرطِ مسرت سے چھلکی جاتی ہے

سیکڑوں سال کی زنجیر گرانبار، ندیم
ہاں اسی روز تو ٹوٹی تھی ستاروں کی طرح
مادرِ ہند کے ہونٹوں پہ بہار آئی تھی
شفقِ شام کے رنگین نظاروں کی طرح

تم نئے طور سے اٹھتے ہوئے طوفانوں میں
اپنے آدرش کی مشعل کو جلائے رکھنا
ریگزاروں کو گلستاں میں بدل کر ہم نے
اپنی دھرتی کو مصائب سے بچائے رکھنا

امن و آزادی میں کھلتے ہوئے پھولوں کی طرح
آج پھر ظلم کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں
جو جلاتا ہے سرِ راہ محبت کے چراغ
اس کی راہوں میں ہی خار بچھا دیتے ہیں

اس حسیں روز کی رنگین ردا کی قسم
اس حسن زار کو تاراج نہ ہونے دینگے
مادرِ ہند ترے دامن گلوں کی قسم
تیرے سینے میں کوئی زخم نہ بونے دینگے

اقبال کرشن

قومی ترانہ

اقلیمِ دل کے حکمراں اے کامراں تقدیرِ ہند کے پاسباں
بنگال، اڑیسہ، دراوڑ اور مہاراشٹر گجرات اور پنجاب سندھ
ونددھیاچل ہماچل جمنا گنگا، اور چھلکتا اور چلتا بحرِ ہند
سب تیرے ہی شبھ نام سے ہیں جاگتے اور پھر عاجزانہ دعا مانگتے
اور جو سے ہیں پھر سب ترے ہی حمد خواں
اے شادکام دو جہاں اے کامراں تقدیرِ ہند کے پاسباں
اے کارساز و کامگار و کامراں

لسانی کمشنر سے انجمن کے وفد کی ملاقات

انجمن ترقی اردو کا وفد مشہور محب اردو جناب آنند نرائن ملا کی قیادت و صدارت میں لسانی کمشنر ملا اور انجمن کی جانب سے اردو والوں کی شکایات و مطالبات پر مشتمل ایک مبسوط عرضداشت پیش کی جس کی بعض خاص خاص چیزیں حسب ذیل ہیں:-

بیسک اسکولوں میں تمام مضامین اردو میں بھی پڑھائے جانے کا انتظام کیا جائے۔ اور ہر مضمون کی کتاب اردو میں بھی منظور کی جائے اور طلبہ کو مادری زبان میں پڑھانا لازمی قرار دیا جائے۔

سہ لسانی فارمولے میں کوئی کلاسیکل زبان نہیں آسکتی اس لئے اس کے تحت جدید ہندوستانی زبانوں میں کوئی زبان سنسکرت کی جگہ رکھی جائے۔ جن لڑکوں کی مادری زبان اردو ہے ان کی تعلیم کا انتظام ہر اسکول میں لازمی طور سے کیا جائے اور صرف زبان اردو ہی نہیں بلکہ جملہ مضامین نصاب بھی اردو میں پڑھائے جائیں۔

ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ میں لٹریری گروپ کے ماسوا سائنس گروپ میں بھی اردو پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ اور طلبہ کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ امتحان کے جوابات اردو میں لکھیں۔ اور اس سلسلہ میں ذمہ داران امتحان سے پیشگی اجازت حاصل کرنے کی شرط اور پابندی ختم کی جائے۔ تمام منظور شدہ اور امدادی کتب کے اردو میں بھی شائع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ بیسک اور جونیر اسکولوں کے جملہ طلبہ کے لئے اردو دانی لازمی قرار دی جائے۔

پنڈت آنند نرائن ملا نے اس موقع پر وفد کی ترجمانی اور اردو کی وکالت کو بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا اور متعین مثالیں پیش کر کے بتایا کہ کس طرح اسکولوں میں ان لڑکوں کو جن کی زبان مادری اردو ہے اردو کی تعلیم سے محروم کیا جاتا ہے وفد کے ایک اور رکن سردار سریندر پرتاپ سنگھ نے بھی اسی قسم کی متعدد مثالیں پیش کر کے اس پر سخت حیرت ظاہر کی کہ مرکز کی ہدایات اور پالیسی کو اس صوبہ کی حکومت اس سلسلہ میں برابر نظر انداز کر رہی ہے۔ اور دستور ہند میں جن زبانوں کا ذکر ہے انھیں نظر انداز کر کے ایک مردہ زبان کو ٹھونس رہی ہے۔ (ماخوذ از سیاست جدید کانپور)

ہندوستان میں ہندی کے بعد سب سے زیادہ اخبارات اردو کے ہیں

اخبارات کے رجسٹرار مسٹر آر شری نواس نے اپنی رپورٹ برائے ۱۹۶۳ء میں بتایا ہے کہ زیر نظر سال کے آخر میں ہر قسم کے اخبارات اور رسائل کی تعداد ملک میں ۹۷۵۰ تھی، ان میں سے ۵۰۳ روزنامے تھے۔ ہندی روزناموں کی تعداد ۱۴۵۔ اردو کی ۹۴۔ انگریزی کی ۵۴۔ مرہٹی کی ۴۰۔ ملایالم کی ۳۹۔ کنڑ کی ۴۴۔ گجراتی کی ۳۳۔ تامل کی ۲۹۔ پنجابی کی ۱۵۔ تیلگو کی ۱۳۔ بنگلہ کی ۹۔ اڑیسہ کی ۵۔ آسامی کی ایک اور سنسکرت کی ایک تھی۔ (سیاست جدید کانپور)

سلطان احمد

پھول، کھلے مرجھائے

پھول، رنگ و بو کی جان ہے اور تازگی و فرحت کا نشان پتیوں میں نمایاں، خوشبوؤں میں پریشاں، ساعتوں کا منتظر اور لمحوں کا مہمان، خوش وقت و شاد کام، جلوہ بخش و تیز گام۔ صبا کے دوش پر آئے، فضا کے پہلو میں دم لے، مہکے، دکھلائے، مسکرائے اور تصورِ جاناں بن جائے ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

ہر پھول ہزار داستاں، نغمۂ بہار ہے اور مژدہ پروردگار۔ پھول کا کھلنا اس کی زبان اور مرجھانا بیان ہے۔ یہ مرقعِ خاموش ہے اور گویا بھی۔ خاموشی وہ کہ آواز نہ ہو اور گویائی یہ کہ نظر پڑی اور کتاب کھلی۔ ہر ورقِ گل ایک سبق اور ہر شمۂ بو ایک بابِ معرفت بغور دیکھیں تو ایک تاریخ اور ایک عہد، خلاصۂ تعمیر و حکایت اور تفکر و تدبیر و عمارت۔ بھلا یہ کیا؟ پھول کھلا اور مرجھایا، اس کو ثبات ہے نہ قرار کہ گردشوں کی تاب لائے اور اعتبار کے قابل ہو۔ مگر مہلت اتنی قدر کہ دل سے گزرے اور جان میں جان آئے۔ ورنہ ایام کی قدامت دیکھو! اس دہر پر وہ زمانہ بھی گزرا ہے۔ جب حضرت انسان کا کوئی ذکر نہ تھا۔ پھر کتنے پھول کھلے اور مرجھائے یہ کون بتائے اس ذکر و شمار سے کیا بحث، عجب ظہور کا سلسلہ جاری اور نمود کی روش قائم ہے۔ تو زوال کی صورتوں اور تخیل کی سرحدوں کا گل نقوش و جہت نظر کے لئے ایک جلوہ، خبر کے لئے ایک سخن اور دل پر جو نقش بٹھائے وہ آنِ واحد بھی یادگار زمانہ ہے۔ مہلت کتنی ہی مختصر ہو، وقت کی ہم نشینی ہوتی ہے اور صحبت اپنا اثر رکھتی ہے۔ اوقات حرکتوں کی پہچان اور واقعات تعارف کے نشان ہیں۔ وقت سے واقعہ اور واقعہ سے وقت پیدا ہوں اور پنہاں بھی لیکن جلوۂ خیال روشن اور نہاں خانۂ دل منور ہوتا ہے یہ لطیفۂ ربانی، امر سے متعلق اور خلق سے وابستہ سارے افکار و اعمال کا سرچشمہ ہے!

اب کیف جو کم ہو جام و مینا طلب کرے یا مستی و سرشاری پیالے پیمانے ڈھونڈے۔ مگر نظارۂ جمال مستیٔ خیال ہے اور کیفِ نظر بھی کہ صاف و شفاف پانی کے دو گھونٹ میں جو کیف و سرور ہے۔ وہ کسی شراب کی بلانوشی بھی کب پورا کرے۔ البتہ بےخود و بیہوش کر دے لیکن لذتوں کا احساس بیہوشی میں نہیں، ہوش و حواس ہی سے ہے۔ اور وارفتگی کم رہتی ہے۔ پیاس میں ٹھنڈے پانی کا ملنا اور اس نعمت کا شکر گزار نہ ہونا، احساس کے تقاضوں میں زیادہ سخت اور قابل گرفت ہے بمقابلہ ان وارفتگیوں کے جن کی بدحواسیوں میں جام کے جام لنڈھائے گئے ہوں۔ احساس لذت گیریوں پر قابو رکھتا ہے۔ ورنہ لطف اندوزیوں میں حد سے بڑھ جانا، جواز کی صورتوں کو مشتبہ کر دے۔ طبیعتوں کا عجب حال ہے، مزاج کی خوش گواریاں ہر جگہ اپنے رشتے ڈھونڈ لیتی ہیں۔ خواہ صورتیں مقبول ہوں یا مردود۔ موازنہ کے لئے جنسیت اور یکسانیت کی قید بھی ہر حال میں ضروری نہیں۔ جب دیکھنا یہ ٹھہرا کہ کس کا وزن کتنا ہے یا تکمیل کے لحاظ سے تحصیل کیا ہے اور کمی بیشی کس حد تک ہے؟ یہ نہیں کہ کسی ایک کے وزن سے دوسرے کا پلہ برابر کریں بلکہ یہ دیکھیں کہ مختلف ہونے کے باوجود کون کتنا ہے۔ اپنی اپنی حیثیتوں میں سبک یا گراں۔ مثلاً کسی آدمی کا اندازہ اس کے علم و عمل سے ہوگا۔ اور ایک چیز کی قدر و قیمت اس کی خوب صورتی اور پائداری سے کی جائے گی۔ اور دونوں کی خوبیاں ان کی تکمیل کے اندازوں پر منحصر ہوں گی۔

غالب کی طبیعت میں طنز کا جو پہلو تھا، اس کے اظہار کا طریقہ بھی خوب تھا۔ اکثر شدتوں سے مجبور ہو کر ان کی زبان سے سخت سے سخت جملے نکلے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان جلی کٹی باتوں سے خود ان کی ذات بھی نہ بچ سکی۔ ایک دن لکھنے لگے: میں نے اپنے کو غیر سمجھ رکھا ہے۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتا ہوں اچھا ہوا غالب کو ایک اور جوتی لگی۔ آزاد کا حال دوسرا تھا۔ ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر ابتدا ہی میں احباب کا ایک قریبی حلقہ مصر ہوا۔ کہ وہ اپنے حالات خود لکھیں ذرا دیکھئے، اس کے جواب میں وہ کس انداز سے فرماتے ہیں۔

اپنی سرگزشت اور روئیداد عمر لکھوں تو کیا لکھوں! ایک نمود غبار اور جلوۂ سراب کی تاریخ قلم بند ہو تو کیونکر ہو۔ دریا میں حباب تیرتے ہیں، طوفان نے درخت گرا دئے، سیلاب نے عمارتیں بہا دیں عنکبوت نے اپنی پوری عمر تعمیر میں بسر کر دی۔ مرغ آشیاں پرست نے کونے کونے سے چن چن کے جمع کئے خرمن و برق کا معاملہ، آتش و خس کا افسانہ۔ ان سب کی سرگزشتیں لکھی جا سکتی ہیں۔ تو لکھ دیجئے۔ میری پوری سوانح عمری بھی انہیں میں آ جائے گی۔ نصف افسانۂ امید اور نصف ماتم یاس۔ پہلے مجسم امید تھا اب سراپا حسرت ہوں۔ اک نالۂ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے ؎

در چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است — زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

غرض، اپنے کو غیر بنا دینا یا غیروں کو اپنا، طلب و تسکین کی جو صورت بھی ہو۔ حاصل یہی ہے کہ اس کائنات کی کوئی حرکت ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ سب کا اثر ہے اور سب کا رسوخ۔ فعل ذاتی نتیجہ متعدی، ایک کرے اور دوسرے بھگتیں۔ ہوا کی ایک معمولی لہر اور دریا کا ہلکا سا تموج بھی سینۂ کائنات کو ہلائے، پہاڑوں کو جنبش دے، ساحلوں سے ٹکرائے اور سمندروں کی تہہ میں پہنچ کر دم لے۔ جب زمان و مکان کا یہ حال ہو تو اشرف المخلوقات کا عزم و ارادہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں وہ نہیں جو اس کے خالق کی قدرت ہے، مگر وہ سب کچھ جو کسی دوسرے سے ممکن ہے

کہ وہ تابع فرمان خداوندی ہے، خود متحمل و بردبار اپنی صلاحیتوں کا امین اور دوسروں کی ضرورتوں کا کفیل۔ انواع و اقسام کے اختلافات اور ان کے بعد و فرق کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نتائج و اثرات مشترک اور ہمہ گیر ہیں خواہ بد یا بصورت دگر یہ دوری و علیحدگی کتنے ہی مغالطوں میں ڈالے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس تبدیلی اور واپسی کے سارے ہنگاموں کا صرف ایک ہی رخ ہے۔ اس کو نہ رکنے کا موقع ہے نہ تھمنے کی گنجائش۔ شاید اس خلائے بسیط میں نہ کوئی مقام ہے نہ کوئی وقت ہم غلطی سے حرکت کو قیام سمجھتے ہیں اور تسلسل کو دوام۔ رفتار کی اس تیزی نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے، یہ فریب نظر ہے کہ رواں ساکن دکھائی دے اور ساکن رواں، یا کسی دائرے کی گردش اتنی تیز و مسلسل ہو کہ حرکت ہی قرار کی صورت نظر آئے۔ جیسے کمہار کے چاک پر دھان پر بیٹھی ہوئی چیونٹی یہ سمجھتی ہے کہ وہ اپنے مکان میں محفوظ ہے۔ زندگی گردش میں ہے اور کوئی آن تغیر سے خالی نہیں وہ ممکن ہے کہ اپنے دم سے قائم ہے۔ حالانکہ نہ تو ایسا ہے کہ وہ اپنی ذات ہی کے بل بوتے ہو اور نہ یہ کہ وہ جیسی ہے ویسی ہی ہے۔ بلکہ ہر حالت میں بدل رہی ہے۔ چاک کی گردش ممکن ہے اثر انداز نہ ہو، جب بھی وقت کی رفتار اپنا کام کر رہی ہے۔ جس کے رشتہ استوار ہیں ہر چھوٹے بڑے، مختلف و متضاد جنس و غیر جنس بھی بندھے ہوئے ہیں جس طرح کسی مشین کے چھوٹے بڑے پرزے، لکڑی کے ہوں، لوہے کے ہوں، یا کسی قیمتی دھات کے، اپنے اپنے منفرد رنگ۔ اور صفات کے باوجود ایک ساتھ چلتے ہیں۔ اور ان کی ہر چال و حرکت کا نتیجہ مشترک و معاون ہوتا ہے۔ یہاں کسی کے رتبے و درجے سے بحث نہیں کہ ان کی افتاد کیا ہے اور منصب کتنا بلند؟ دیکھنا اسی قدر ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ ایک دوسرے کے تعاون کا کس درجہ محتاج ہے۔ اور سب اپنی اصلیت کی طرف لوٹ رہے ہیں!

پھول باغ و چمن میں نظارہ سوز ہو یا جنگلوں، پہاڑوں صحراؤں اور لق و دق میدانوں میں کھلے اور مرجھائے اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، وہ ہر حال میں شگفتہ رہے اور اپنا دم خم قائم رکھے۔ اسے کسی کا انتظار نہیں، وہ صرف اپنی مہلتوں کا منتظر ہے۔ اس کی زندگی کی مہلتوں سے مُہلتوں اور رلا پروائیوں کی فرصت بہت دستیاب نہیں کہ اس کے رگ جاں میں زندگی کی حرارت جتنی متعین و متقدر ہے، اتنی ہی مستغنی و خود دار۔ اور یہی اس کی سرخروئی و سربلندی بھی ہے۔ پھول کی نازک پتیوں اور آدمی کی مضبوط ہڈیوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہو جانے میں وقت کا فرق ہو، مگر واقعہ کا نہیں۔ خاتمہ کے پلے میں دونوں یکساں و برابر ہیں حیرت ہے کہ پھول کی علامتی زندگی دوسروں کو اس درجہ متاثر کرے اپنے آخری دم تک جاں سوز اور جلوہ بخش رہے۔ اور وہ سلطانِ جہاں اور حکمران دوراں جس کے لئے کائنات مسخر اور تابع فرمان ہو، اپنے عمل کی سرگرمیوں سے خود اپنے اندر بھی اعتماد نہ پیدا کر سکے حقیقتوں سے غافل رہے اور ذمہ داریوں سے بے پروا، عظمتوں سے گریزاں اور لذتوں کا گرویدہ، وہ بجز و سرمست جو اپنے رقص تن سے خاک کو گردش میں لائے، لیکن رقص جاں سے، عالم پاک کو چھو اور راضی نہ کر سکے یہ احساس ابھی بلند تھا کہ رفاقت شرمائی اور پاس کے پھول کی شگفتگی یوں گویا ہوئی، یہ میرے رنگ و بو اور تازگی و فرحت کی موت ہے۔ اگر وہ اپنے پاس والوں کی افسردگی اور مایوسی کو دور نہ کرے جب تک میری جان میں جان ہے اور دلوں میں گزر ہے، میری زندگی کا تقاضا ہے کہ خوش وقت ہو اور شاد کام۔ میری تر و تازگی یہ بتا رہی ہے کہ میری شگفتگی قائم ہے اور اس کی تجلیں ظاہر و نمایاں۔ پھر مایوسی تمہارے شایان شان نہیں۔ تم ارتقائے عالم کے مرد میدان اور اپنی کھوئی ہوئی جنت کے طلبگار۔ ادھر یہ ہنگامۂ عمل، اور ادھر وہ اضطراب پیہم کہ جنت اپنے آدم گم گشتہ کی تلاش میں حیران و پریشان اس کی خوں شدہ آرزوئیں لالۂ گل بن کر نکل پڑی ہیں۔ ان کی زبان کھلے، مگر فرط محبت سے ایک لفظ بھی نہ نکلے صرف زبان حال ترجمان دل ہے اور دونوں کو ملانے والی بھڑک رہی ہے۔ دیکھئے عشق کے ان شعلوں سے پرواز کی کتنی مستعد و مستند صورتیں نکلی ہیں۔ جو آسمانوں کی منزلیں طے کریں اور "الا بسلطان" کی شرط پوری ہو!

لکھنؤ جن سنگھ اور اردو

جن سنگھ کی جو روش اردو سے متعلق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن حال ہی میں لکھنؤ میں وہاں کی کارپوریشن جن سنگھ سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت رکھتی ہے، موجودہ غذائی بحران کے سلسلے میں حکومت کے خلاف جو مظاہرے ہوئے اور جو احتجاجی جلوس جن سنگھ کی تحریک پر نکالے گئے ان کو کامیاب بنانے کے لئے جن سنگھ والے اس پر مجبور ہوئے کہ اردو میں بھی ان جلوسوں اور جلسوں میں شرکت کا اعلان اشتہاروں کی شکل میں چھاپیں اور انھیں کثیر تعداد میں تقسیم کریں۔ اس اشتہار پر جن سنگھ کے نامور عہدہ داروں (جن میں اس کے وہ سابق میئر کارپوریشن بھی شامل تھے جن کے زمانہ میں کارپوریشن اس شہر میں اردو کے وجود سے عملاً انکار کرتی رہی تھی) کے دستخط تھے (بیانات ...)

کشمیری زبان کا پہلا اخبار

کشمیر میں پہلی مرتبہ ایک اخبار کشمیری زبان میں جاری ہونے والا ہے اس سلسلے میں حکام سے ضروری منظوری کی درخواست کی گئی ہے۔ آغاز میں یہ ایک ہفتہ وار اخبار ہوگا اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو اسے روزنامہ میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ (قومی آواز لکھنؤ)

لکھنؤ کی سڑکوں پر نام ہندی میں

لکھنؤ کی سڑکوں پر جو پتھر نصب کئے گئے ہیں ان پر صرف ہندی میں نام لکھا گیا ہے اس کے بارے میں اور اخباروں میں تذکرہ آیا ہے کہ اردو میں بھی نام ہونا چاہئے کیونکہ لکھنؤ اردو کا گہوارہ رہا ہے ہماری زبان مورخہ ۱۵ / مارچ سنہ ۱۹۶۴ء و ۱۵ / جولائی سنہ ۱۹۶۴ء میں صفحہ ایک پر دوبارہ اس کا تذکرہ آیا ہے کیپٹن وی۔ آر۔ موہن صاحب میئر لکھنؤ کارپوریشن نے اس کی کارروائی کی اردو کاپی بھی ممبران کو دی ہے جس کا ذکر اخبار سیاست جدید مورخہ ۱۲ / ۶ / ۶۴ میں آیا ہے۔ ان کو مبارکباد دینے کے سلسلے میں میں نے ایک مضمون اخبار سیاست جدید میں بھیجا ہے جو ضرور کسی اشاعت میں شائع ہوگا۔ اس میں میں نے سرکاری قواعد اور ہندی کمیشن کی رپورٹ کا بھی حوالہ دیا ہے اور ان سے یہ ظاہر کیا ہے کہ قاعدہ کے مطابق مفاد عامہ کی تمام چیزیں جیسے سڑکوں کے پتھروں پر، کسی متعدی بیماری کے دفعیہ کے سرکاری یا کارپوریشن کے اشتہاروں پر دائیں بائیں چلو کی تختیوں پر ایسی ہی اور چیزوں پر اردو میں بھی اندراج ہونا چاہیے۔ یہ کام ہر ضلع میں ہونا چاہیے جیسا کہ پہلے ہوتا تھا کسی سرکاری حکم سے اس کی ممانعت نہیں ہے

علاوہ بریں لکھنؤ شہر کو سرکار نے اپنے اعلان مورخہ ہ جولائی سنہ ۱۹۶۳ء میں اردو کا ایسا علاقہ قرار دیا ہے جہاں کی خاصی آبادی اردو بولتی ہے اور جہاں ایسی تمام چیزیں قاعدہ کے اندر ہو جانا چاہیے۔ دوسری اردو بولنے والوں کی آبادی سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں ۳۰ فیصدی اوپر ظاہر کی گئی ہے۔ وہ ضلع دو زبانی ضلع کہا جائیگا جہاں کسی زبان کے بولنے والے ۳۰ یا ۴۰ فیصدی سے زیادہ ہوں۔ (چونکہ اردو والوں کی شرکت تھی کہ اردو والوں کی آبادی کم دکھائی گئی ہے وہ ہندوستانی کو اردو میں جوڑا نہیں گیا ہے) ملاحظہ ہو۔

The State Govt has selected the districts of Moradabad, Bijnor, Rampur, Bareilly, Saharanpur, Muzaffarnagar and city of Lucknow for publishing important laws, rules, regulations and notifications etc., in Urdu.

جب سرکاری قواعد وغیرہ نوٹس وغیرہ کی اردو میں اشاعت ہوتی ہے تو یہ سب چیزیں نیم سرکاری جماعتوں کو جن کے ذمہ عوام و مفاد عامہ کی چیزیں ہیں خود بخود کر دینا چاہیے۔ ۳۰ یا ۴۰ فیصدی سے زیادہ اردو بولنے والوں کی آبادی سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں بدایوں، پیلی بھیت، علی گڑھ، فرخ آباد، شاہ جہاں پور، آگرہ، جونپور، اعظم گڑھ کے علاوہ بریلی سیتا پور، فیض آباد۔ بارہ بنکی کی بھی ظاہر کی گئی ہے یہ سب مندرجہ بالا تمام اضلاع دو زبانی ضلع کا درجہ رکھتے ہیں ۱۵۔۲۰ فیصدی بولنے والے اضلاع کو بھی بہت سی مراعات حاصل ہیں۔ ملاحظہ ہو (از رپورٹ اول کمشنر لسانی اقلیت)

A state is to be recognised as uni-lingual where one language group constitutes 70 per cent or more of its entire population.

As bi-lingual if there is a substantial minority constituting 30% or more of the population.

The same principle should be applied at the district level and a minority language may be recognised as official language when 70% or more of the total population of a district consists of a group which is a minority in the state as a whole.

Publication of important Govt. notices and rules etc., in the minority language where a linguistic minority consists of 15 to 20% of the total population of the Taluk, District etc.,.

احکام بالا کو دستوری منظوری حاصل ہو چکی ہے۔ ۱۵۔۲۰ فیصدی کے مراعات کا تذکرہ چیف منسٹر کانفرنس سنہ ۱۹۶۱ء کے فیصلہ کے پیراگراف میں بھی ہے سرکاری دفتروں کے بورڈ پر نام اردو میں لکھنے کی ہدایت آندھرا گورنمنٹ نے بھی دیدی ہے (ملاحظہ ہو ہماری زبان مورخہ ۱۵ / ۶ / ۶۴)

گورنمنٹ کی یہ پالیسی جو ہندی کمیشن کی اس رپورٹ کی مطابقت میں ہے جو اس نے سنہ ۱۹۵۵ء میں مرکزی گورنمنٹ کو دی کمیشن نے لکھا ہے۔

"We are inclined to the view that a State should be treated as recognised only where one language group constitutes about 70 p.c or more of its entire population where there is a substantial

minority constituting 30 p.c or so of the population, the State should be recognised as bi-lingual for adminis-trative purposes.

The same principle might hold good at the district level that is to say if 70 p.c or more of the total population of a district is constituted by a group which is a minority in the State, the language of the minority group, and not the State language, should be the official language in that district. It will also be of advantage if, in bilingual district, Municipal areas, or other smaller unit such as Taluqa, where there are minorities constituting 15 to 20 p.c of the population, documents which are used by the people at large, such as Govt. notices, electoral rolls, ration cards etc., are printed in both the languages".

- - - - - - - - - - -

حسب بالا ہدایتوں کی روشنی میں سڑکوں کے پتھروں پر، تختیوں پر، بس وغیرہ کے ٹکٹوں پر لکھنؤ ایسے شہر میں جس کو دوزبانی ضلع کا مرتبہ حاصل ہے اور ایسی تمام چیزوں پر اردو زبان کا استعمال ہونا نہ صرف حق انصاف ہے بلکہ سرکاری قاعدہ کے اندر ہے۔ اور احکام بالا کی صحیح ترجمانی ہے۔

امید ہے لکھنؤ کارپوریشن کے موجودہ میئر عالی جناب کیپٹن وی. آر موہن صاحب کی سرکردگی میں یہ شکایت دور ہو جائیگی اور دیگر اضلاع بھی ان کی رہنمائی سے متاثر ہونگے البتہ محب اردو کو بھی اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

(ڈاکٹر رسول سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند، مدراس)

ضروری اطلاع

ہماری زبان سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

دہرہ دون کی اردو ادبی سوسائٹیوں سے گذارش

اردو زبان کی ترقی کے لئے کام کرنے والی دہرہ دون میں مندرجہ ذیل تین سوسائٹیاں ہیں (۱) اردو کلب، (۲) بزم جگر (۳) انجمن ادب چونکہ تینوں سوسائٹیوں کا دائرہ عمل صرف مشاعرے کروانے تک محدود ہے۔ اور نہ اردو کی بقاء و بہتری کے لئے مشاعروں کو ضروری و لازمی خیال کرتی ہیں۔ اس لئے ہم مندرجہ بالا سوسائٹیوں کے مخلص بے لاگ اور ادب دوست حضرات سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ علیحدہ علیحدہ ناموں سے مشاعرے کروانے کی بجائے ایک سوسائٹی بنا کر اسی کے تحت مشاعرے کروائیں ایسا کرنے سے یقیناً دہرہ دون کا نام اونچا ہوگا اور اردو زبان کی زیادہ خدمت ہو سکے گی۔ (دویش ملیک دہرہ دون)

جن سنگھ کا اردو اشتہار لسانی اقلیتوں کے کمشنر کے سامنے

لکھنؤ کل ہند کنونشن کی مجلس عمل کے ایک وفد نے لکھنؤ میں لسانی اقلیتوں کے کمشنر سے ملاقات کرکے انھیں جن سنگھ کا وہ اردو اشتہار دکھایا جو چند روز قبل شہر میں غذائی قلت کے خلاف جلوس نکالنے کے لئے جن سنگھ نے تقسیم کرایا تھا۔ وفد نے کہا کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ "خود جن سنگھ اترپردیش میں اردو کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے۔"

مجلس عمل کے وفد نے آج لسانی اقلیتوں کے کمشنر سے ان مشکلات کا بھی ذکر کیا جو تعلیمی اور سرکاری نظم و نسق کے میدانوں میں اردو کے سلسلے میں پیش آرہی ہیں۔ (قومی آواز لکھنؤ)

جے پور میں تعزیتی مشاعرہ

۲۴ جولائی کو جے پور پبلک لائبریری میں پنڈت جواہر لال نہرو کی یاد میں ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جناب متھرا داس ماتھر منسٹر پلاننگ راجستھان نے صدارت فرمائی۔

مقامی شعراء جناب صبا۔ اختر۔ پارسا۔ قمر۔ مونس۔ راہی۔ عارف۔ شمیم۔ واقف۔ نارسا وغیرہ نے مرحوم رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مشاعرہ بخیر و خوبی ۱ بجے شب ختم ہوا۔

علامہ وحشت کی برسی

بزم شاکری کی طرف سے علامہ وحشت کی آٹھویں برسی ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء کو بزم شاکری کے دفتر میں نہایت شاندار طریقے سے منائی گئی پروگرام کے مطابق ایک غیر طرحی مشاعرہ ہوا۔ جس کا افتتاح علامہ وحشت کے کلام سے کیا گیا۔

(آبشار، کلکتہ)

کل ہند اردو کانفرنس۔ جے پور

۲، ۳، ۴۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء

(۱) شاخوں کے نمائندوں، ادیبوں اور شاعروں کو کل ہند اردو کانفرنس جے پور میں شرکت کے دعوت نامے بھیجے جا رہے ہیں۔

(۲) مدعو حضرات اپنے آنے کے ارادے سے دفتر انجمن کو مطلع فرمائیں گے تو انھیں ریلوے کا رعایتی کرایے کا فارم بھیج دیا جائیگا۔

(۳) ہر ریاستی شاخ اپنے سات نمائندے اور ہر مقامی شاخ دو نمائندے کانفرنس میں بھیج سکے گی۔

(۴) وہی شاخ مدعو کی جائے گی جس کے الحاق کی اطلاع ریاستی شاخ مرکزی دفتر کو دے گی۔

(۵) جن شاخوں نے ملتوی کانفرنس کے سلسلے میں فیس بھیجی تھی اور واپس نہیں لی ان کی ڈیلیگیٹ فیس امانۃً جمع ہے اگر وہ شاخیں ریاستی شاخ کی اب بھی ملحق ہوں تو وہ اپنے نمائندوں کے نام از سر نو بھیج دیں۔ دوسری صورت میں انکی امانت واپس کر دی جائے گی۔

(۶) مدعو حضرات مجلس استقبالیہ کے مہمان ہونگے ان کے قیام و طعام کا انتظام مجلس استقبالیہ کرے گی۔

(۷) کانفرنس کا پنڈال مسلم مسافر خانہ جے پور کے عقبی میدان میں ہے۔ قیام کا انتظام بھی آس پاس ہی میں کیا گیا ہے۔

(۸) تفصیلی اطلاعات انجمن کے دفتر سے مدعوئین کو بھیجی جا رہی ہیں۔

بزم شعور کوٹہ کے انتخابات

کوٹہ مورخہ ۵ اگست بمقام شاد منزل زیر صدارت جناب فخرالدین چشتی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں بزم شعور کوٹہ جنکشن کے نئے انتخابات عمل میں آئے۔ مندرجہ ذیل عہدہ دار کثرت رائے سے منتخب کئے گئے۔

سرپرست جناب لکشمی کانت گپتا۔ صدر جناب جلیل احمد بہار صدیقی بدایونی نائب صدر رام نہور مصرا دیاکل سکریٹری جناب دویا ساگر۔ جوائنٹ سکریٹری جناب سید ابرار حسین خاطر اکبر آبادی۔ خازن جناب فخرالدین چشتی۔ پروپیگنڈہ سکریٹری جناب خوشتر۔

آخر میں صدر نے بصیرت افروز تقریر فرمائی اور اردو ہندی کو ساتھ ساتھ فروغ دینے پر زور دیا۔ یہ میٹنگ شب کے ۱۱ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ (دویا ساگر سکریٹری)

انجمن ترقی اردو اترپردیش کی تمام شاخوں کے نام سوالنامہ

ریاستی شاخ انجمن ترقی اردو کے صدر پنڈت آنند نرائن ملا کی ہدایت کے مطابق حسب ذیل سوالنامہ ریاست کی تمام شاخوں کے نام جاری کیا جا رہا ہے۔

۱۔ آپ کی شاخ کا الحاق انجمن سے کب ہوا۔
۲۔ آپ کی شاخ کا پورا پتہ جس پر خط و کتابت کی جائے۔
۳۔ آپ کی شاخ کی مجلس انتظامیہ اور عہدہ داروں کے نام اور ان کے پورے پتے۔
۴۔ آپ کی شاخ کے ممبران کی تعداد۔
۵۔ آپ کی شاخ کا الکشن کب ہوا۔
۶۔ آپ نے اپنی شاخ کا کوٹہ کب ادا کیا۔
۷۔ آپ کی شاخ نے اردو اسکول لائبریری یا دارالمطالعہ قائم کیا ہے اگر ہے تو اس کی روداد دیجئے۔
۸۔ آپ اپنے ضلع میں اردو کے سلسلہ میں اور کیا کیا تعمیری کام کر رہے ہیں۔

اس سوالنامہ کا جواب ۳۱ اگست سنہ ۱۹۶۲ء تک جناب صدر کے نام چینا گیٹ لکھنؤ کے پتہ سے روانہ کیا جائے۔

(ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی جوائنٹ سکریٹری)

غلام السیدین کی سوانح حیات

کشمیر حکومت نے خواجہ غلام السیدین کی ۶۰ ویں سالگرہ کے موقعہ پر ان کی سوانح حیات کی اشاعت کے لئے دو ہزار روپے عطیہ کے طور پر دینے کی منظوری دی ہے۔ (آفتاب سری نگر)

جنگ آزادی اور اردو

انگریزوں کے خلاف جتنا باغیانہ ادب اردو نے پیدا کیا اتنا کسی اور زبان نے نہیں۔ یہ الفاظ جموں و کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر اور اردو کے مشہور مصنف اور نقاد جناب عبدالقادر صاحب سروری نے سیفیہ کالج بھوپال کے طلبۂ و اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہے۔ آزادی کے بعد بھی اردو انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی نمائندگی کر رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمیں اردو ادب سے زیادہ اردو زبان کی فکر ہونی چاہئے۔ ویسے تو زبان کی ترقی کو روکا نہیں جا سکتا لیکن کچھ حالات ایسے ہیں جو اس کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ادب ہی کی طرح زبان بھی زندگی کا ادارہ ہوتی ہے اور اس وقت ہی زبان ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے جب وہ زندگی کے ہر شعبہ میں ساتھ دے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم زبان کو زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کے قابل بنائیں۔ اس مسئلہ میں یونیورسٹیاں مدد کر سکتی ہیں۔ آئین کے صفحات پر زبان کو حقوق مل جانے سے اس کی ترقی نہیں ہوتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کالجوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ جیسا کہ حیدرآباد اور مہاراشٹر کے کالجوں و عثمانیہ یونیورسٹی میں ہو رہا ہے۔

اپنی زبان کو ذریعہ تعلیم (میڈیم) بنانے کے لئے انتھک محنت اور جدوجہد کرنا چاہئے۔ آخر میں انھوں نے سیفیہ کالج کی بے پناہ ترقی کو سراہا اور سیفیہ کالج کو اردو ذریعہ تعلیم اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔

مضامین و مراسلات وغیرہ "ہماری زبان" کو ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رکھیں کہ کاغذ کے ایک طرف لکھیں۔

خورشید النساء بیگم کا انتقال

مدراس کی کوئین میری ویمنس کالج کی اردو کی لکچرار خورشید النساء بیگم کا انتقال ہوگیا۔

مرحومہ اردو کی شیدائی تھیں۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ کالج کی زیادہ سے زیادہ طالبات اردو کا مطالعہ کریں جن حلقوں میں ان کی جان پہچان تھی وہاں وہ اردو کا پرابر پرچار کرتی تھیں۔ مرحومہ کی موت سے اردو اپنے ایک گرمجوش کارکن سے محروم ہوگئی۔

(ذاکرہ غوث مدراس)

اردو یونیورسٹی

شری رام لکھن پانڈے (کانگریس) نے بہار کاونسل میں سنسکرت کی حمایت کرتے ہوئے اردو کی بھی وکالت کی انھوں نے کہا کہ اگر اردو یونیورسٹی قائم کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو اس پر ہم لوگوں کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

شری کیلاش سنگھ نے سنسکرت یونیورسٹی بل کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سنسکرت ہماری تہذیب کی جان ہے اس زبان کی تعلیم حاصل کرنے والوں کیلئے زندگی کے ہر شعبہ کے دروازے کھولے جائیں۔

اردو کے متعلق انھوں نے کہا اردو زبان کو آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے ہوسکتا ہے کہ اردو یونیورسٹی بھی کھل جائے اگر اس طرح کا مطالبہ کیا جائے تو اس پر ہم لوگوں کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

استفسار

یہ تینوں رباعیاں کس کی ہیں؟

کی الفت پنجتن ہمارے جی نے
معمور ہیں نور حق سے اپنے سینے
احمد، حیدر، بتول، شبر، شبیر
ہیں منزل وحدت کے یہ پانچوں زینے

لیتا ہے شقی کا نام کب کوئی کہیں
لیکن لقب نیک ہے ہر دل میں کہیں
ہے نام بد و نیک کی نسبت کا یہ فرق
لاکھوں میں حسین اور یزید ایک نہیں

عادی جو نہیں زیادہ خوش ہونے کے
اوقات عزیز وہ نہیں کھونے کے
عاشورہ و عیدین سے ثابت ہے یہ بات
دو دن ہنسنے کے ہیں تو دس رونے کے

میرا خیال ہے یہ تینوں رباعیاں، مولوی افضل حسین ثابت لکھنوی مرحوم مصنف حیات دبیر کی ہیں۔ "ہماری زبان" کے ذریعہ براہ کرم احباب مطلع فرمائیں۔

(مفتون کوٹوی)

آ ئے تے آ

جولائی کے آخری شمارے میں "پانڈو راجا کی دھبی پی" کے عنوان سے جو خبر شائع ہوئی ہے، اس نے قارئین کی تشنگی اور بڑھادی ہوگی کہ یہ کیا ہے۔ اس خیال سے یہ چند سطور لکھے جاتے ہیں۔

ضلع بردوان، مغربی بنگال، میں دریائے اجے کے دونوں کنارں پر محکمۂ آثار قدیمہ، مغربی بنگال، کی نگرانی میں، کھدائی کا کام ایک مدت سے جاری ہے۔ گذشتہ سال کے آخری مہینے میں، دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ ایک سنگی مہر بھی دستیاب ہوئی۔ اس سنگی مہر کے اوپری نصف حصے میں چند لکیریں تھیں، اور نچلے حصے میں تین مختلف اشکال تھے۔

آثار قدیمہ کے ایک طالب علم نے جب بغور جائزہ لیا، تو یہ بات آشکارا ہوئی کہ سنگی مہر اصلاً کریٹی ہے تب اس طالب علم مائیکل رڈی نے کریٹ میں برآمد شدہ اشیاء کے نقوش سے اسے ملانا شروع کیا۔ مختلف "تخفیفوں" (Transliteration) کے بعد یہ پتہ چلا کہ اس سنگی مہر کے اوپری حصے کی "لکیریں" دراصل خط میخی میں یونانی (اسم معرفہ) "آئے تے آ" ہیں۔ اور پھر تب یہ بات معلوم ہوئی کہ نچلے حصے کے تین اشکال (مبہم سادہ ذیلی "نقش خط") میں یہی تین ارکان (Syllables) "آئے تے آ" ہیں۔ یہ تین شکلیں تھیں: ایک خط منحنی، ایک مچھلی، ایک لوہے کی ٹوپی۔



خط منحنی سے مراد پانی کی لہر، مچھلی کیلئے "تے" اور خود کے لئے "آ"۔

جیسی سالہ مائیکل رڈی کا یہ کارنامہ خط میخی کی تقریبت (Decipherment) میں ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے دوسری بے تقریبت تحریروں کی تقریبت میں کافی مدد ملے گی۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جزیرہ کریٹ کے باشندے آج سے ڈھائی ہزار سال قبل صوبہ بنگال سے تجارت رکھتے تھے۔

(اقبال کرشن)

معلومات

مندرجہ ذیل کتاب کے حصول میں اگر کوئی صاحب یا کوئی ادارہ میری مدد کرسکے تو ممنون ہونگا جس قیمت اور جس وسیلے سے بھی مہیا ہوسکے۔

"مجنوں کے خطوط" مصنف عطاء الرحمٰن خاں صاحب عطا (وجدانی) (ایم، اے، علیگ)

ناشر: سید عبدالرزاق تاجر کتب حیدرآباد دکن قیمت ۱۲

زمانہ اشاعت ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء

(محمد علی کاظمی، ۷۰ آفتاب ہوسٹل علی گڑھ یو۔ پی)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ پبلشر نذیر حسن، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شایع کیا